حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

اور ان کی شان فقاہت

از

مفتی محمد شمشاد حسین رضوی
صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں

/muftiakhtarrazakhan1011/
/muftiakhtarraza
+92 334 3247192
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن
www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ

اور ان کی شان فقاہت

مفتی محمد شمشاد حسین رضوی
صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں

ناشر:
دار النقی
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان
www.muftiakhtarrazakhan.com
+92 334 3247192

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’حضور تاج الشریعہ‘‘ آج ہمارے دمیان نہیں ہیں......آپ جنت نشیں ہو چکے ہیں ......اس جہاں کو چھوڑ کر اس سے بہتر جہاں یں سکونت پذیر ہیں......دل روتا ہے آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں......کسی کروٹ سکون محسوس نہیں ہوتا......ایک ایسا محسن......ایک ایسا مشفق اور ایسا مہرباں ہمارے درمیان سے چلا گیا کہ جس کی یادیں ہمارے اور تمام اہل سنت و جماعت کے دلوں میں تازہ رہیں گی......ان کے چلے جانے سے ان کے چاہنے والوں کی نگاہوں کے سامنے ایک اندھیرا سا چھا گیا ہے کیونکہ جب کوئی اچھا اور پھر اچھوں کا کوئی اچھا چلا جاتا ہے تو ظلمت و تاریکی چھا ہی جاتی ہے اور صبح کے اجالے بھی شام کی تاریکیوں میں ڈوب جایا کرتے ہیں......رونے والے روتے رہے اور لکنے والے بلکتے رہے مگر انہیں جانا تھا چلے گئے......اور ساتھ میں یہ پیغام بھی دیتے ہوئے گئے کہ

میری میت پہ یہ احباب کا ماتم کیا ہے
شور کیسا ہے یہ اور زاری پیہم کیا ہے
کچھ بگڑتا تو نہیں موت سے اپنی یارو
ہم صفیرانِ گلستاں نہ رہے ہم کیا ہے

بالکل صحیح اور سچی بات ہے کہ موت سے اچھے لوگوں کا کچھ بگڑتا نہیں ہے بلکہ موت ان کے لئے مسیحا بن کر آتی ہے اور ایک دم طور جہاں کو بدل دیتی ہے......اس لئے کہ حیرت انگیز شخصیتوں کے لئے موت ایک پل ہوا کرتی ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے......جیسا کہ کہا گیا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب......’’حضور تاج الشریعہ‘‘ کی نماز

جنازہ میں سروں کا سمندر تھا جو ٹھاٹھیں مار رہا تھا...... ایک سیل رواں تھا جو تا حد نظر بہہ رہا تھا...... فکرو دانش کی آنکھیں حیرت زدہ تھیں کہ یہ اژدحام کثیر کہاں کہاں سے آیا ہے اور کن کن علاقوں سے آکر بریلی کے ''اسلامیہ انٹر کالج'' میں سمٹ گیا ہے......کوئی کیا بتائے کہ کتنے سر تھے اور کتنے چاہنے والے تھے؟......اس بھیڑ کو دیکھ کر سب کی عقلیں حیران تھیں اور شمار کرنے کی قوتیں سلب ہو چکی تھیں......جس نے جو گنتی بتائی مان لی گئی......کسی نے تین کروڑ کہا......کسی نے تعداد بتاتے ہوئے کروڑوں سے تعبیر کیا اور انتظامیہ کی جانب سے سوا کروڑ بتایا گیا......صحیح گنتی کیا ہو سکتی ہے؟ یہ وہی جانتا ہے جس سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے...... اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ''بریلی شریف'' میں اس قدر کثیر تعداد میں چاہنے والے جمع ہوئے کہ ہوش و خرد نے کام کرنا بند کر دیا......اور کہیں تو اتنا بھی نہیں ہوتا ہے کہ اسے لاکھوں سے تعبیر کیا جا سکے......کہاں ایک چھوٹی سی جوئے بلاخیز اور کہاں ایک ناپیدا کنار پُر جوش سمندر؟...... چہ نسبت خاک را با عالم پاک......انہیں کس نے بلایا تھا؟ اور یہ لوگ کس رشتہ سے آئے تھے؟ یہ دونوں سوال نہایت ہی اہم ہیں......ان کے جوابات کی تلاش میں صحرا بصحرا......دشت بدشت خاک چھاننی پڑے گی تب کہیں جا کر کچھ ہاتھ آئے گا......اور جو کچھ بھی ہاتھ آئے کسی کو پسند آئے یا پسند نہ آئے بلا سے......ہمیں کیا غم ہو سکتا ہے؟ کہ ؎

جب یہی طَور جہاں ہے تو بھلا غم کیا ہے

☆......یہ لوگ یوں ہی نہیں آئے تھے بلکہ انہیں کسی بلانے والے نے بلایا تھا......وہ بلانے والا کون ہو سکتا ہے؟ ہاں ہاں وہی ہو سکتا ہے؟ جس نے بریلی کے ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر جہاں بانی کی ہے......شان و شوکت......قوت و سطوت اور رعب و دبدبہ سے بڑے بڑوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے......اور فکرو دانش کے بادشاہ جس کی چوکھٹ پہ سرنگوں رہتے تھے......وہ کہ اوج ثریا اس کی جاگیر تھا آج خاک پر آرام فرما ہے......سکہ کہیں بنے اور کہیں ڈھلے مگر کھرا اسی وقت ہوتا ہے جب اس کوچہ جاناں سے گزرتا ہے جہاں سے عشق و محبت......فکرو دانش......

شعورو ادراک اور علم و دانش کے چشمے ابلتے ہیں......خواہ وہ چشمے کسی بھی صورت میں ابلے......اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے......کبھی وہ چشمہ ''حجۃ الاسلام'' کی شکل میں نمود پایا......اور کبھی سرکار مفتی اعظم ہند کی صورت میں......دنیا نے دیکھا اور بہت بار دیکھا کہ ''مفسر اعظم ہند'' کی شکل میں بھی ایک چشمہ ابلا تھا اور دور حاضر میں ''تاج الشریعہ'' بھی ایک چشمہ تھے جنھوں نے بریلی اور سوداگران سے نمود پائی تھی......اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے برصغیر میں پھیل جاتے ہیں......بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ برصغیر ہی نہیں......یورپ و امریکہ میں بھی اسی چشمہ کی دھومیں مچی ہوئی ہیں......سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسی چشمہ سے سیراب ہونے کے لئے ایک آواز دی تھی اور بریلی میں بیٹھ کر پکارا تھا کہ......

کیوں رضا آج گلی سونی ہے

اُٹھ میرے دھوم مچانے والے

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' کے اس شعر میں کیسی معنویت ہے؟ کہ کل بھی اس میں تابانی پائی جاتی تھی اور آج بھی اس کی درخشانی برقرار ہے......اسی طرح آنے والے کل میں بھی اس میں ضوفشانی یوں ہی سلامت رہے گی......اور رضا کی گلی کبھی سونی نہ رہے گی......اس کی وجہ یہ ہے ''کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' نے جس اپنائیت اور محبت بھرے آواز میں اپنے دھوم مچانے والوں کو بلایا ہے......اس اپنائیت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے......سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اسی محبت بھری آواز پر لوگ لبیک کہتے ہوئے آتے رہیں گے اور کسی نہ کسی بہانے سے رضا کی گلی میں دھوم مچاتے رہیں گے......''حضور تاج الشریعہ'' کی نماز جنازہ میں شرکت کے بہانے لوگ آئے اور پوری بریلی میں دھوم مچا گئے......اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ سارے لوگ سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بلاوے پر آئے تھے اور انشاء اللہ آئندہ بھی آتے رہیں گے......

☆......میں نے ''حضور تاج الشریعہ'' کی ذات وشخصیت کو اگر چہ ایک چشمہ سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ تعبیر سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علمی فنی فکری اور فکری بحر ذخار کی بہ نسبت ہے کہ کوئی کتنا بھی بڑا ہو مگر وہ اپنے بڑوں کے سامنے چھوٹا ہی ہوا کرتا ہے...... ہاں اگر اس نسبت سے ماورا ہو کر محض ''حضور تاج الشریعۃ'' کی ذات وشخصیت کے اعتبار سے اور دور حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے......تو میرے ''تاج الشریعۃ'' کی ذات وشخصیت بہت زیادہ بلند دکھائی پڑتی ہے...... وہ چشمہ نہیں بلکہ سمندر تھے۔۔۔۔۔کوئی کتنا ہی بڑا اونچا کیوں نہ ہو......میرے ''تاج الشریعہ'' کے سامنے بونا ہی دکھائی دیتا ہے...... بذات خود ''حضور تاج الشریعہ'' کا علم وادراک......فقہی بصیرت ......فکری، شعوری لیاقت......مذہبی مسلکی اور ادبی فقہی روایات کسی دوڑ میں شامل نہیں کہ دوڑ میں وہی شامل ہوا کرتا ہے جو بلند چوٹی سے بہت نیچے ہوا کرتا ہے اور جو فلاح وبہبودی کی ''غایت قصویٰ'' تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو پھر اسے کسی دوڑ میں شامل ہونے کی حاجت نہیں ہوتی ہے ......میں کیا بلکہ کوئی بھی ان کی ذات کو ''نہر'' سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے دریا کا نام دیا جاسکتا ہے......کہ ان دونوں کے دامن تنگ ہوا کرتے ہیں اور ان میں گہرائی بھی برائے نام ہوا کرتی ہے...... ہاں ''تاج الشریعہ'' کی شخصیت کو سمندر کہا جاسکتا ہے کہ اس کی پہنائیاں بھی وسیع ہوا کرتی ہیں اور اس کی گہرائی بھی بے انتہا ہوا کرتی ہے......لیکن اس بات کا خیال رہے کہ یہ سمندر عام قسم کے سمندروں سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے کہ ان کی پہنائیاں ناپی جاسکتی ہیں اور ان کی گہرائیوں کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے......علم وادراک......فکر وشعور اور فقہ وتدبر کا سمندر وہ انوکھا سمندر ہوا کرتا ہے جہاں ناپ تول کی گنجائش نہیں ہوتی ہے......اور نہ اس میں موجیں اٹھتی ہیں اور نہ ہی لہریں نمودار ہوا کرتی ہیں......بلکہ اس کی اوپری سطح پر خاموشی سی چھائی رہتی ہے......متانت وسنجیدگی وقار اور اس جیسے بہت سے اوصاف چھائے رہتے ہیں......ہاں، ہاں یہ بات خدا لگتی معلوم ہوتی ہے کہ اس قسم کے سمندر میں بہت زیادہ گہرائی میں نادر ونایاب جیسی ''رو'' ضرور چلتی ہے جو

اپنے خرامانہ انداز میں رواں ہوتی ہے...... یہی وہ روہوا کرتی ہے جو اندرون شخصیت سے اُٹھتی ہے اور ماننے...... چاہنے والوں کے دلوں میں گھر کر جاتی ہے...... اس رو کا سلسلہ لامتناہی ہوا کرتا ہے جو کسی کے ذہن وفکر کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے...... ''حضور تاج الشریعہ'' کی نماز جنازہ میں جس قدر افراد شامل تھے یا شامل ہونے کا ارادہ اپنے دلوں میں رکھتے تھے...... سب کے سب اسی ''رو'' کے کرشموں سے متأثر تھے...... اور اسی رو نے ان سب کو کھینچ کر بریلی میں اکٹھا کر دیا تھا ...... اسی ''رو'' کی تعبیر میں یہ نعرہ گونجا اور یہ صدائے دلنواز بلند ہوئی کہ...... بستی بستی قریہ قریہ...... تاج الشریعہ تاج الشریعہ...... حضور تاج الشریعہ کی عالی مرتبت شخصیت کی اندرونی تہوں سے اُٹھنے والی رو کس قدر مبارک اور خوشگوار تھی کہ وہ ایک دل کو دوسرے دل سے...... دوسرے دل کو تیسرے دل سے اور تیسرے کو چوتھے دل سے جوڑتی چلی گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دلوں کی ایک زنجیر سی بنتی ہوئی کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی؟ یہ بتانا نہایت ہی مشکل ہے...... بات صرف دلوں تک محدود نہ رہی بلکہ اس زنجیر کے لمبے ہاتھ نے ایک بستی کو دوسری بستی سے...... ایک قریہ کو دوسرے قریہ سے...... ایک ضلع کو دوسرے ضلع سے...... ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ سے اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے جوڑ دیا...... خدا سلامت رکھے اس رو کو اور اس سے بننے والی زنجیر کو...... جس نے ان گنت افراد کو ''حضور تاج الشریعہ'' سے جوڑ دیا اور جس کا خوبصورت نظارہ بریلی میں دیکھنے کو ملا...... ایسا نظارہ آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا اور شاید کبھی نہ دیکھے...... بریلی کے رضا کی کچھ شان ہی ایسی ہے کہ ان کے خاندان میں ایک سے بڑھ کر ایک فرد عظیم پیا جاتا ہے......

تمہید کے طور پر میں نے یہ چند باتیں پیش کر دیں...... ان کا مطالعہ کریں اور پھر آگے بڑھیں:

میرے مقالہ کا عنوان ہے...... ''حضور تاج الشریعہ'' اور ان کی شان فقاہت ...... اس پورے عنوان پر تین ذیلی عناوین کے تحت بحث کی جائے گی اور پھر ان تمام عناوین کا ماحصل

پیش کیا جائے گا......میں اس بات کی کوشش کروں گا کہ اس تفصیلی مباحث کا خلاصہ آپ کے ذہن وفکر میں اتار دوں......

''حضور تاج الشریعہ'' کا تعارف:

اس بات میں کوئی شک اور کوئی تردد نہیں کہ میرے اور آپ کے ''تاج الشریعہ'' کسی تعارف کے محتاج نہیں......کہ آپ ''مہر نیمروز'' کی مانند روشن وتابناک تھے اور ''ماہ شب چہاردہم'' کی مثل درخشاں تھے......ایک ایسی ''شمع فروزاں'' تھے کہ آپ جہاں جاتے آپ کے ارد گرد پروانوں کی بھیڑ لگ جاتی......آپ کی ذات وشخصیت سے نہ جانے وہ کون سی ایسی خوشبو پھوٹتی کہ بھٹکنے والوں کو اس سے ہدایت مل جاتی یا پھر ان کی اس خوشبو کے سہارے لوگ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جایا کرتے تھے......ایسی ذات سے کون متعارف نہ ہوگا؟ باوجود اس کے ''عنوان پر بحث کرنے یا کچھ تحریر پیش کرنے کے آداب اور تقاضے ہوا کرتے ہیں جن کی رعایت بہرحال ضروری ہوا کرتی ہے اسی کی رعایت اور نیز ذیلی عناوین میں منطقی ترتیب کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے میں نے اس عنوان پر کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے......شاید آپ کو پسند آجائے

''حضور تاج الشریعہ'' ایک فرد عظیم تھے اور اپنے خاندانی علمی، فکری، فقہی اور کل جہتی صلاحیتوں وراثتوں کے امین تھے......انہوں نے اپنی پوری زندگی میں وہی کیا اور وہی کہا اور اسی بات کی تلقین فرمائی جو اس خاندان کے بزرگوں نے کیا تھا......کہا تھا اور قوم وملت کے لئے تلقین فرمائی تھی......کسی عربی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے......؎

اذا سید منا خلا قام سید

قؤول لما قال الکرام فعول

یعنی جب ہمارے خاندان کا کوئی سردار گزر جاتا ہے تو فوری طور پر اس کی جگہ ایک دوسرا سردار آجاتا ہے اور یہ نیا سردار وہی کہتا اور کرتا ہے جو اس

خاندان کے بزرگ سردار کر چکے ہیں اور کہہ چکے ہیں۔

اس بات کو سب جانتے اور مانتے ہیں اور دور حاضر کے لوگ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے ہیں کہ ''حضور تاج الشریعہ'' اسی موقف اور نظریہ پر قائم تھے جو ان کے خاندان کے بزرگوں کا موقف ونظریہ تھا......سیدی اعلی حضرت فاضل بریلوی...... حضور حجۃ الاسلام......حضور مفتی اعظم ہند اور سرکار مفسر اعظم کا موقف ونظریہ تھا...... یہ وہ عظیم اور بابرکت شخصیتیں تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو نہ اپنے لئے وقف کیا تھا اور نہ ہی اپنوں کے لئے وقف کیا تھا بلکہ انہوں اپنے آپ کو قوم وملت اور اہل سنت وجماعت کے افراد ذی وقار کے لئے وقف کر دیا تھا......نہ ان کی زندگی خود ان کی اپنی تھی اور نہ ان کی شخصیت خود ان کی اپنی......اور حد تو یہ ہے کہ ان کا جو بھی سرمایہ تھا......وہ بھی ان کا اپنا نہ تھا...... یہ وہ مقدس افراد تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ قوم کے حوالے کر دیا تھا......وہ بولتے تھے تو قوم کے لئے اور لکھتے تھے تو قوم کے لئے......ان کی کتابیں ان کے قائم کردہ مدارس بھی قوم کے حوالے تھے......''حضور تاج الشریعہ'' نے انہیں بزرگوں کے نقوش قدم کو اپنایا اور پوری حیات اسی کی اتباع کرتے رہے......حالانکہ جدیدیت کی تیز آندھیوں میں بہت سے لوگ اِدھر سے اُدھر ہو گئے اور کچھ غلط قسم کی تاویلیں کر کے غیروں کی پناہ میں چلے گئے......مگر میرے ''تاج الشریعہ'' جبل راسخ کی مانند اپنے موقف ونظریہ پر ڈٹے رہے اور ٹس سے مس نہ ہوئے......یہی وہ معنویت ہے جس نے آپ کو دائمی حیات کا مژدئہ جانفزا سنا دیا......اس جہاں سے چل کر جو دنیا آپ نے بسائی ہے......وہ نہایت ہی آرام دہ ہے......وہاں نہ کوئی جگانے والا اور نہ کوئی جھنجھوڑنے والا ہے......وہاں تو صرف ''عروس نو'' کی مانند سونا ہے......کسی کی یاد میں مست رہنا ہے اور کسی خوبصورت نشہ میں مدہوش رہنا ہی اس زندگی کی خصوصیت رہی ہے......خود ''حضور تاج الشریعہ'' اس جہاں کے بارے میں فرماتے ہیں

جو پئے سوال آئے مجھے دیکھ کر یہ بولے

اسے چین سے سلاؤ کہ یہ بندۂ نبی ہے

میں مروں تو میرے مولیٰ یہ ملائکہ سے کہہ دیں

کوئی اس کو مت جگانا ابھی آنکھ لگی ہے

ترا دل شکستہ اختر اسی انتظار میں ہے

کہ ابھی نویدِ وصلت ترے در سے آ رہی ہے

خدائے برتر و بالا نے جہاں ’’حضور تاج الشریعہ‘‘ کو باطنی حسن و جمال سے نوازا تھا...... وہیں ظاہری حسن بھی دیا تھا...... یہی وجہ ہے کہ ہزاروں افراد آپ کے چہرۂ مبارک کے دیدار سے مشرف ہوا کرتے تھے اور لذت دید سے آشنا...... جمال ایسا جو مضطرب دلوں کو سکوں اور پریشاں نظروں کو چین عطا کر دے......کوئی ان لوگوں سے پوچھے جو گھنٹوں انتظار کے بعد زیارت کے شربت ارغوانی سے شادکام ہوا کرتے تھے......کیا یہ سچ نہیں ہے؟ کہ ان کے رخِ زیبا کے خطوط اس طرح چمکتے دمکتے تھے جیسے بادلوں کے بیچ کوئی بجلی چمکتی ہو بہت ہی خوبصورت بات کہی ہے کسی عربی شاعر نے۔

و اذا نظرت الی اسرة وجهه

برقت کبرق العارض المتهلل

یعنی جب تم اس کے چہرہ کی طرف دیکھو تو پیشانی کے خطوط ایسے چمکتے ہونگے جیسے ابر میں بجلی چمکتی ہے۔

اسی حسن دو بالا نے نہ جانے کتنے دلوں کو اپنا اسیر بنایا؟ اسیر ہونے والوں کی تعداد انگنت ہے...... بے شمار ہے......اور ہر طرف پھیلی ہوئی ہے یہاں سے وہاں تک اور وہاں سے کہیں اور تک......جس کا مشاہدہ ارباب دانش و بینش اور حکومت و انتظام میں دخیل رکھنے والوں نے کیا...... میڈیا اور شوشل میڈیا چلانے والوں نے کیا...... یہ بھی اللہ تعالی کا فضل عظیم ہے......کہ اس نے اپنے

اس محبوب بندہ کو نوازا تو اس قدر نوازا کہ دیکھنے والی آنکھیں ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہیں......اور اس کی کوئی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر رہیں......

☆......''حضور تاج الشریعہ'' کی ذات وشخصیت اور ان کے کمال علم وادراک میں ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ جو ان کے روبرو ہوتا وہ اپنے آپ میں حیران وششدر رہ جاتا...... چاہے اس کی وجہ ان کا ظاہری حسن ہو یا باطنی کمال......علم وادب کا رعب ہو یا پھر زبان و بیان کی چاشنی......یا کوئی اور وصف خاص ہو بہر حال اس بات سے انکار نہیں کہ ان کی شخصیت باعث حیرت واستعجاب تھی......ایسی مبارک ذات کے بارے میں کوئی کیا کہے؟ کہے گا تو جب! جب حیرت و استعجاب کا طلسم ہوش ربا ٹوٹے گا اور یہ ابھی ٹوٹتا ہوا محسوس نہیں ہوتا......بس میں صرف اور صرف اس بات کو کہہ کر اس ذیلی عنوان کو پورا کر دیتا ہوں...... جیسے کہ مرزا رفیع محمد سودا نے بڑی پیاری بات کہی ہے

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں

اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

شانِ فقاہت تشریح وتوضیح:

''شأن'' عربی زبان کا لفظ ہے جو مہموز العین ہے اور فتح یفتح کے باب سے آتا ہے...... عظمت، انفرادیت، فوقیت، کمال اور خوبی کے معنی میں آتا ہے......عربی زبان وادب کے ساتھ ساتھ فارسی زبان میں بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے اور اردو ادب میں تو عام طور سے اسے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور آج بھی کیا جا رہا ہے مگر معنی وہی ہے جو ابھی ہم بیان کر آئے ہیں یعنی بڑائی اور فوقیت...۔فرہنگ آصفیہ میں ہے:

شان (عربی) اسم مؤنث......

(ا) شوکت، عظمت، مرتبہ، دبدبہ، جلال۔

کیا کہوں کیا دہر میں تیرے گدا کی شان ہے

شک نہیں ہے صدقے اس پر بادشاہ کی شان ہے

(۲) حق نسبت جیسے یہ آیت ان کی شان میں ہے۔

(۳) موقع، حال محل جیسے آیت کی شان نزول۔

(۴) عزت۔فخر۔حرمت۔شرف۔توقیر۔منزلت رفعت وغیرہ۔

(فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۱۲۵۰)

لغت میں لفظ ’’شان‘‘ کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں موقع ومحل سے جو مناسب معنی ہو وہی مراد لیا جائے...... چونکہ ’’شان فقاہت‘‘ میں ’’شان‘‘ کو ’’مضاف‘‘ قرار دیا گیا ہے اور ’’فقاہت‘‘ کو ’’مضاف الیہ‘‘......تو یہاں ’’شان‘‘ سے کمال، عظمت اور فوقیت کا معنی مراد لیا جائے اور اس کا ترجمہ یوں کیا جائے،، فقاہت میں کمال...... یا فقاہت میں منفرد مقام یا اسی کی مانند جو معنی آپ مناسب سمجھیں مراد لے سکتے ہیں......اس کی وجہ یہ ہے کہ ’’حضور تاج الشریعہ‘‘ کے اوپر اللہ تبارک و تعالیٰ کا کچھ ایسا خاص کرم تھا اور ان کی ذات وشخصیت میں کچھ اس قسم کی منفرد اور ممتاز خوبیاں پائی جاتی تھیں کہ لفظ ’’شان‘‘ ان کی شخصیت پر ہر زاویہ سے صادق آتا ہے......اور ہر جہت سے ان پر منطبق ہوتا تھا......اب تک جس دانشور اور جس مفکر نے ان کے لئے جو کچھ بھی استعمال کیا ہے ......نثری زبان میں استعمال کیا ہے یا شعری زبان میں استعمال کیا ہے......وہ استعمال ’’حقیقی استعمال‘‘ ہی قرار پاتا ہے اور اس کا انطباق اس خوبصورت انداز میں ہو گیا ہے......اب تک کسی کو اس میں تاویل کی گنجائش باقی نہ رہی ہے اور نہ رہے گی بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ان کی شان میں جو کچھ بھی کہا جائے گا میرے ممدوح گرامی کی شخصیت اس انطباق سے کہیں ماوراء ہے ......ایسی شخصیت بار بار نمود نہیں پاتی ہے بلکہ جب خدا کا فضل ہوتا ہے تو عالم ظہور میں نمایاں ہو جاتی ہے اور اپنے خوبصورت جلوؤں سے کائنات کو روشن وتابناک کر جاتی ہے......اسی لئے کسی شاعر

نے بہت ہی خوب کہا ہے......

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

فقاہت کیا ہے؟:

لفظ فقاہت ......فقہ سے مشتق ہے......لغت میں اس کا معنی علم، ادراک اور فہم" بیان کیا گیا ہے......اسی طرح ذہانت، سرعت فہم اور بات کو آن واحد میں سمجھ لینے کو" فقاہت" کہا جاتا ہے......عربی زبان وادب میں بہت سے ایسے محاورات اور کلام پائے جاتے ہیں جن میں فقاہت کو" فہم وادراک" کے معنی میں لیا گیا ہے......ذیل میں کچھ عبارتیں پیش کی جارہی ہیں:

الف ......الفقہ: **العلم بالشئی والفھم له** (یعنی کسی چیز کے جاننے اور اس کو سمجھنے کو فقہ کہا جاتا ہے)

ب......**الفقه فی الاصل الفھم یقال اوتی فلان فقھاً فی الدین ای فھماً فی الدین** (فقہ اصل میں فہم کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے **اوتی فلان فقھاً فی الدین** مگر مراد لیا جاتا ہے **فھماً فی الدین**۔

ج......**قال الازھری قال لی رجل من کلاب وھو یصف لی شئیاً فلما فرغ من کلامه قال افقِھت یرید افھمت** (ازہری نے کہا: قبیلہ کلاب کے ایک شخص نے مجھ سے کہا جب وہ مجھ سے کچھ بیان کررہا تھا (افقھت) اور انہوں نے اس سے (افھمتَ) کا ارادہ کیا۔

س......**فی حدیث سلمان: انه نزل علی نبطیة بالعراق فقال لھا ھل ھنا مکان نظیف اصلی فیه؟فقالت طھر قلبک وصل حیث شئیتَ فقال سلمان فقھت ای فھمت وفطنت** (سلمان کی حدیث میں ہے: جب عراق میں کسی نبطیہ عورت کا وہ مہمان ہوا......سلمان نے اس عورت سے کہا: یہاں کوئی ایسی پاک جگہ ہے جہاں میں نماز ادا کرسکوں؟ تو اس عورت

نے اس سلمان سے کہا: اپنے دل کو صاف ستھرا کرلو پھر جہاں چاہو نماز ادا کرلو......تو سلمان نے اس عورت کے لئے ''فقہت'' کا استعمال کیا اور اس سے مراد ''فہمت وفطنت'' لیا۔(ماخوذ از لسان العرب ص ۳۴۵۰)

''لسان العرب'' کے علاوہ جب میں نے دوسری عربی فارسی اور اردو لغات کی جانب رجوع کیا تو ان میں بھی فقہ کو ''فہم وادراک'' کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے......ملول خاطر کے اندیشہ کے سبب میں مزید شواہد پیش کرنے سے اعراض کرتے ہوئے صرف انہیں شواہد پر اکتفا کر رہا ہوں جنہیں ''لسان العرب'' کے حوالے سے پیش کر چکا ہوں۔

اب تک جو شواہد آپ کی نظروں کے سامنے ہیں ان میں ''فقہ اور فقاہت'' کے لغوی معانی بیان کئے گئے ہیں......اس بات کا دھیان رہے کہ ''فقہ یا فقاہت'' کا استعمال صرف لغوی معانی میں ہی نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس سے سوا کچھ اور معنی بھی مراد لیا جاتا ہے جسے اصطلاحی اور شرعی معنی کہا جاتا ہے۔

فقہ کا اصطلاحی معنی:

''لسان العرب'' کے مصنف فرماتے ہیں: ''**الفقہ: العلم بالشئی و الفہم لہ وغلب علی علم الدین لسیادتہ وشرفہ وفضلہ علی سائر انواع العلم کما غلب النجم علی الثریا والعود علی الصندل**''۔(لسان العرب ص ۳۴۵۰)

ترجمہ: فقہ کسی شئی کے جاننے اور اس کے سمجھنے کا نام ہے......مگر بطور غلبہ اس سے مراد ''علم دین'' لیا جاتا ہے جس طرح ہر ستارہ کو ''نجم'' کہا جاتا ہے مگر غلبہ کے طور پر ''نجم'' سے مراد ''ثریا'' لیا جاتا ہے اسی طرح ہر لکڑی کو عود کہا جاتا ہے مگر غلبۂ استعمال کے سبب ''عود'' سے صرف ''صندل'' مراد لیا جاتا ہے۔

''المعجم الوسیط'' میں ہے: **الفقہ: الفہم والفطنۃ والعلم وغلب فی علم الشریعۃ فی علم اصول الدین**۔(المعجم الوسیط ص ۶۹۸)

ترجمہ: فقہ فہم وفراست اور علم کا نام ہے لیکن زیادہ تر اس کا استعمال ''علم شریعت اور علم اصول دین'' میں ہوا کرتا ہے۔

کشاف اصطلاحات الفنون ولعلوم میں ہے:

الفقہ: هو اسم علم من العلوم المدونه وهو العلم بالاحكام الشرعية العمليه من ادلتها التفصيلية والفقيه من اتصف بهذا لعلم وهو المجتهد قال المحقق التفتازنی فی حاشیه العضدی ظاهر کلام القوم انه لا یتصور فقیه غیر مجتهد ولا مجتهد غیر فقیه علی الاطلاق نعم لو اشترط فی الفقه التهیو لجمیع الاحکام وجوز فی مسئله دون مسئله تحقق مجتهد لیس فقیه وقد شاع اطلاق الفقیه علی من یعلم الفن وان لم یکن مجتهداً انتهیٰ وقد یطلق الفقه علی علم النفس مالها وما علیها فیشمل جمیع العلوم الدینیة ولذا سمی ابو حنیفة رحمه الله الکلام بالفقه الکبر۔
(کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ص ۱۲۸۲)

ترجمہ: فقہ: علوم مدونہ میں سے ایک علم کا نام ہے اور وہ جاننا ہے احکام شرعیہ عملیہ کا ان کے تفصیلی دلائل سے......اور فقیہ وہ ہے جو اس علم سے متصف ہو اور فقیہ مجتہد ہوا کرتا ہے...... محقق تفتازانی نے حاشیہ عضدی میں فرمایا: کلام قوم سے یہی ظاہر ہے کہ غیر مجتہد کو فقیہ نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی مجتہد غیر فقیہ ہوا کرتا ہے یہ تصور علی الاطلاق ہے...... ہاں اگر علم فقہ میں تمام احکام کے لئے کامل دستگاہ کی شرط لگادی جائے اور کسی ایک مسئلہ میں مجتہد ہونے کو ممکن قرار دیا جائے تو ایسی صورت میں ایسا بھی مجتہد متحقق ہو جائے گا جو فقیہ نہیں ہے......اور فقیہ اس پر بولا جانا شائع ہے جو علم فقہ کو جانتا ہے اگرچہ وہ مجتہد نہ ہو......اور کبھی فقہ کا اطلاق ''نفس کے مفید اور مضر چیزوں کے جاننے پر'' بھی کیا جاتا ہے تو اس تعریف کی بنیاد پر ''فقہ'' شامل ہوگا تمام ''علوم دینیہ'' کو......اسی لئے حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے علم کلام کو ''فقہ اکبر'' سے موسوم کیا ہے۔

''کشاف'' کی مذکور بالا عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ فقیہ کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے تو ظاہر ہے اس بنیاد پر دور حاضر میں کوئی فقیہ نہیں ہوسکتا......کیوں کہ اب کوئی مجتہد ہی نہیں ہے تو پھر کوئی فقیہ کیسے ہوسکتا ہے......؟اسی لئے فقہ کی تعریف میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی کہ وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ میں کامل دسگاہ رکھتا ہے وہ فقیہ ہے......اگرچہ وہ مجتہد نہ ہو......اس دور میں تو ہر اس شخص کو فقیہ کہا جارہا ہے جو اس فن میں درک تام رکھتا ہے......اس اعتبار سے دور حاضر میں بہت سے ''فقیہ'' ہوسکتے ہیں......

اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ''علم فقہ'' ایک مستقل فن ہے اس کا موضوع ''احوال مکلفین'' ہے اور اس کی غرض وغایت ''دارین کی سعادت'' ہے......اس فن کی تاریخ بھی ہے اور اس کا پس منظر بھی ہے......اس کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ اور اس فن کو فروغ دینے میں کن افراد ذی شان کا ہاتھ ہے؟ اس کی بھی وضاحت ملتی ہے......مجھے اس مقالہ میں اس کے تاریخی پس منظر کو بیان نہیں کرنا ہے کیونکہ اس کے لئے فرصت کے ایام چاہیئے جو اس وقت دستیاب نہیں...... بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ ''شان فقاہت'' سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا معنی ومطلوب کیا ہے......قانون شریعت یا بہار شریعت کا مطالعہ کرلینے اور چند مسائل شریعہ سے واقف ہوجانے کا نام ''شان فقاہت'' نہیں ہے اور نہ ہی ''دین'' میں کچھ ''سوجھ بوجھ'' حاصل کرنے کا نام ''شان فقاہت'' ہے...... برا ہو اس سوچ اور فکر کا......جو ''دین'' کے تعلق سے چند مسائل کے جاننے کو ''شان فقاہت'' سے تعبیر کردے اور مطلق علم کے حامل افراد کو ''عالم دین'' کہہ دیا جائے بلکہ ''شان فقاہت'' اس بات کا نام ہے کہ علم فقہ میں درک تام......کامل دستگاہ......اور پورا عبور حاصل ہوجائے......اور وہ بھی ایک مسئلہ میں نہیں بلکہ تمام احکام شرعیہ میں......دستگاہ حاصل ہوجائے......اس کے ساتھ ساتھ ''طرز استدلال'' اور اس کے مختلف ''انواع'' سے بھی پوری پوری واقفیت حاصل ہوجائے......تب کہیں جاکر ''شان فقاہت'' کی تھوڑی بہت جھلک مل جایا کرتی ہے......

شان فقاہت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

اوپر کی تحریرات میں ”شان فقاہت“ کے تعلق سے جو تصورات پیش کئے گئے وہ نہایت ہی اہم ہیں......مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ”شان فقاہت“ کس طرح ملتی ہے؟ اور کہاں ملتی ہے؟ چند کتابوں کے پڑھ لینے اور پڑھا لینے سے ”شان فقاہت“ کسی کو نہیں ملا کرتی ہے......اور نہ اس کو کسی بازار اور دوکان سے خریدا جا سکتا ہے......کسی سے کتاب لکھوا کر کوئی مصنف یا مؤلف تو بن جاتا ہے کیونکہ اس دور میں کتاب لکھنے کیلئے بہت سے لوگ کرائے پر مل جایا کرتے ہیں...... انہیں روپے پیسے دیجئے......کتاب لے لیجئے......شائع کر دیجئے اور مصنف بن جائیے......مگر ”شان فقاہت“ اس طور پر نہیں ملتی ہے......اسے حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے......اس کے لئے دشت سیاحی اور صحرانوردی کرنی پڑتی ہے......ہر قسم کے نشیب و فراز سے گزرنا پڑتا ہے ......مشکلات سے جھوجھنا پڑتا ہے کھری اور کھوٹی بھی سننی پڑتی ہے......سوکھی روٹیوں پر گزارہ بھی کرنا پڑتا ہے......اسے حاصل کرنے کے لئے کوئی مختصر راستہ نہیں بلکہ وہی طویل مدتی راستہ ہے جس پر سب چلا کرتے ہیں......ایک غریب آدمی بھی اس پر چل سکتا ہے اور امیر آدمی بھی...... بڑے لوگوں کے بچے اس راہ پر نہیں چل پاتے ہیں اس لئے انہیں یہ چیز حاصل نہیں ہوتی ہے ......اگر کسی کو ”شان فقاہت“ ہی حاصل کرنی ہے تو انہیں اسلامی مدارس کے دروازوں سے گزرنا ہوگا......اساتذہ کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کرنے ہونگے اور درسگاہوں میں عام طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنا ہوگا......اور علم فقہ میں تخصص بھی حاصل کرنا ہوگا......اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاوی اور ان کی دیگر کتابوں کا نہایت ہی گہری نظر سے مطالعہ بھی کرنا ہوگا ......اور دارالافتاء میں بیٹھ کر فتاوے بھی لکھنے ہونگے......ان تمام مرحلوں سے گزرنے بعد ہی کسی کو ”شان فقاہت“ ملا کرتی ہے......اس طرح ”شان فقاہت“ حاصل کرنے کو ”تفقہ فی الدین“ کہا جاتا ہے اس لئے کہ ”تفقہ“ باب تفعل سے ہے اور باب تفعل میں ایک قسم کا تکلف پایا جاتا ہے......یعنی

جو چیز محنت اور عرق ریزی کر کے حاصل کی جاتی تو اس کو باب تفعل میں لا کر بیان کیا جاتا ہے اور ظاہر سی بات ہے "شان فقاہت" حاصل کرنے میں تکلف تو ہوتا ہی ہے اور یہاں تکلف سے مراد تصنع نہیں بلکہ محنت، عرق ریزی اور خون پسینہ ایک کرنا مراد ہے......میرے "تاج الشریعہ" کو "شان فقاہت" حاصل تھی کیونکہ وہ "شان فقاہت" حاصل کرنے کے لئے ان تمام مراحل سے گزرے تھے جن سے گزر کر جانا "شان فقاہت" حاصل کرنے کے لئے ضروری اور لازم تھا......انہیں مراحل کا اجمالی خاکہ پیش ہے

جانشین مفتی اعظم نے گھر پر والدہ ماجدہ سے قرآن کریم ناظرہ ختم کیا......اسی دوران والد ماجد سے اردو کی کتابیں پڑھیں......گھر پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد والد بزرگوار نے دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کر دیا......نحو میر میزان منشعب وغیرہ سے ہدایہ آخرین تک کی کتابیں دارالعلوم کے کہنہ مشق اساتذہ سے پڑھیں......تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ہند ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے وہاں آپ نے "کلیہ اصول الدین" میں داخلہ لیا۔تاج الشریعہ بچپن ہی سے ذہانت وفطانت اور قوت حافظہ کے مالک تھے اور عربی ادب کے دلدادہ تھے......جامعہ ازہر مصر کے اساتذہ اور طلبہ آپ کی بے تکلف فصیح وبلیغ عربی گفتگو سن کر محو حیرت ہو جاتے تھے کہ ایک عجمی النسل ہندوستانی کو عربی النسل اہل علم حضرات سے گفتگو کرنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں ہوتا......

۱۹۶۶ء کو جامعۃ الازہر میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے پر (جامعۃ الازہر ایوارڈ) سے نوازے گئے

(واٹس اپ کلپ از ضیا طیبہ)

اس کلپ میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ "حضور تاج الشریعہ" بچپن ہی سے ذہین و فطین تھے اور طبیعت بھی اخاذ تھی......اسی لئے "شان فقاہت" کے تمام مراحل سے آپ اپنی صلاحیتوں، استعدوں اور بھرپور قابلیتوں کو کشید کرتے رہے اور اپنی شخصیت میں ایک کے بعد ایک صلاحیت کو جمع کرتے چلے گئے......عربی زبان وادب میں کامل عبور رکھنے کے سبب کسی بھی

مقام پر صلاحیتوں کو کشید کرنے اور عطر تحقیق کے جمع کرنے میں کسی قسم کی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی ......اس طرح آپ کی شخصیت میں صلاحیتوں کا ایک انبار جمع ہوگیا......اور آپ تمام احکام شرعیہ عملیہ کے لئے بالقوۃ طور پر تیار ہوگئے اور بالفعل بھی ......اسی مخصوص صلاحیت واستعداد کو ''تفقہ فی الدین'' کہا جاتا ہے اور اس بنیاد پر میرے ''تاج الشریعہ''فقیہ اسلام'' کہے جانے کے مستحق قرار پائے......اور ''شان فقاہت'' کے حامل ہوئے......آپ نے اسی ''شان فقاہت'' پر اکتفانہ کیا بلکہ اس میں چار چاند لگانے کے لئے بہت کچھ کیا مثلاً ☆ ......دارالعلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دیں اور فقہ کی کتابوں کا درس دیا......دارالافتاء میں بیٹھ کر فتاوی تحریر کئے ......اور امعان نظر سے ''فتاوی رضویہ'' کا مطالعہ کیا......مطالعہ مطالعہ میں فرق ہوتا ہے......ہمارے یا کسی اور کے مطالعے میں فرق ہوتا ہے......ہمارا مطالعہ سرسری انداز کا ہوا کرتا ہے اور ''حضور تاج الشریعہ'' کا مطالعہ اس انداز کا ہوا کرتا تھا کہ عبارت اور اسلوب افتاء کی پرتیں کھلتی جاتی تھیں......اور ہر ایک پرت میں موجود تحریری جلوؤں کو اپنی شخصیت میں کشید کرتے جاتے تھے......حضور تاج الشریعہ سرکار مفتی اعظم ہند کے بہت قریب تھے......روزانہ حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے اور کبھی سرکار مفتی اعظم ہند خود بھی یاد فرمالیا کرتے تھے اس طرح آپ سرکار مفتی اعظم ہند سے برابر استفادہ کیا کرتے تھے......جہاں آپ نے ''شان فقاہت'' حاصل کرنے کیلئے مروجہ طریقوں سے کام لیا وہیں آپ نے اپنے نانا جان کی نگاہ کیمیا اثر کے تاثیری کرشموں سے اپنی ''شان فقاہت'' میں چار چاند لگا دیئے اور اسے اس قدر تاباں ودرخشاں کر دیا کہ آپ کی ''شان فقاہت'' کو دیکھنے والی نگاہیں خیرہ ہو جایا کرتی تھیں......اس بابت ایک عبارت پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں جس کا مطالعہ کرنے سے استفادی کیفیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت تاج الشریعہ نے اس کام (فتوی نویسی) کا آغاز چودہ سال کی عمر شریف میں کیا ......آپ نے اس دشوار گزار راہ کی منزل کو پانے کی خاطر آغاز میں نانا جان مفتی اعظم اور مفتی سید افضل

حسین مونگیری کے نقوش قدم کی پیروی کی یعنی ان باکمال ہستیوں کی نگاہوں سے اپنے لکھے ہوئے فتاوی گزارتے رہے...... پہلا فتوی لکھا تو مفتی افضل حسین مونگیری کو دکھایا۔انہوں نے دیکھ کرشاباشی دی، تحسین کی اور حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا: کہ نانا جان کی عمیق نگاہ تک اس کی رسائی ہونی چاہیئے۔نانا جان نے دیکھا تو فرط مسرت سے چہرۂ انور کھل گیا، داد تحسین سے نوازا...... یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں چلا...... جلد ہی آپ کے نانا جان حضرت مفتی اعظم ہند نے یہ ذمہ داری بھی آپ کو سونپ دی...... مفتی اعظم ہند کے الفاظ میں بقول مولانا شہاب الدین رضوی: اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں۔یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس (فتوی نویسی کے) کام کو انجام دو......میں دارالافتاء تمہارے سپرد کرتا ہوں......موجودہ لوگوں سے مخاطب ہو کر حضرت مفتی اعظم نے فرمایا: اب آپ اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشیں جانیں۔(حیات تاج الشریعہ ص ۱۳۱م مولانا شہاب الدین رضوی)

حضرت تاج الشریعہ خود اپنی فتوی نویسی کے تعلق سے رقم طراز ہیں:

میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم) داخل سلسلہ ہو گیا ہوں جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے دلچسپی کی بنا پر فتوی کا کام شروع کیا......شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت (مفتی اعظم) کی خدمت میں حاضر ہو کر فتوی دکھایا کرتا تھا کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں وہ فیض حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہیں ہوتا ہے۔(مرجع سابق)

فیضان نظر تو کام کرتا ہے اور کرتا ہی رہتا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا مگر یہ اس وقت سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے جب صاحب معاملہ خود بھی اپنے کاموں میں دلچسپی لیا کرتا ہے...... ''حضور تاج الشریعہ'' جہاں فیضان نظر کے سائے میں رہا کرتے تھے وہیں آپ نے ازخود دلچسپی

سے بھی کام لیا اور محنت و مشقت میں بھی سب سے آگے ہوا کرتے تھے......اس بارے میں خود آپ فرماتے ہیں:

میں نے دار العلوم منظر اسلام میں پڑھا اور پڑھایا جامعہ از ہر میں بھی پڑھا......شروع ہی سے مجھے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔اپنی درسی کتابوں کے علاوہ شروع و حواشی اور غیر متعلق کتابوں کا روزانہ کثرت سے مطالعہ کرتا اور خاص خاص چیزوں کو ڈائری میں نوٹ کرلیا کرتا تھا اس کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مجھے جو کچھ بھی ملا حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی صحبت استفادہ سے حاصل ہوا ان کے ایک گھنٹہ کی صحبت، استفسارات اور استفادہ سالوں کی محنت و مشقت پر بھاری پڑتے تھے میں آج ہر جگہ حضور مفتی اعظم کا علمی و روحانی فیضان پاتا ہوں......آج جو میری حیثیت ہے وہ انہیں کی صحبت کیمیا اثر کا صدقہ ہے۔(حیات تاج الشریعہ ص ۱۴)

دیکھا بڑوں کی صحبت سے کس قدر فائدہ ہوتا ہے اور جب کوئی ذاتی طور پر شوق سے مطالعہ کرتا ہے تو یہ صحبت کسی بھی فن کے لئے چہرہ پر غازہ ملنے کا کام کرتی ہے......خواہ فن فقہ ہی کیوں نہ ہو......بریلی شریف کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ جو یہاں کے بزرگوں کی صحبت میں رہتا ہے تو وہ اپنے فن کا امام بن کر نکلتا ہے جسے بھی جو کچھ ملا ہے اسی در سے ملا ہے جب ہم سے بڑوں کو ملا ہے تو ہم جیسے چھوٹوں کو بھی مل سکتا ہے......اس خاندان میں ایسے ایسے با کمال اور عظمت والے افراد گزرے ہیں جو اپنی تربت پاک میں آرام کرنے کے باوجود تربیتی امور کو انجام دے سکتے ہیں بشرطیکہ کوئی ان سے تربیت حاصل کرنے کا سلیقہ جانتا ہو......سلیقہ جانے بغیر کوئی تربیت کس طرح حاصل کرسکتا ہے......بریلی شریف علم فقہ اور فتوی نویسی کا ایک عظیم اسکول ہے جس کا فیض کل بھی جاری تھا آج بھی جاری اور آنے والے کل میں بھی جاری رہے گا......اسی اسکول کے روح رواں میرے ''تاج الشریعہ'' تھے......فقہ میں دلچسپی رکھنے کے سبب ''حضور تاج الشریعہ'' نے اپنے بزرگوں کے فتاوی کا زبردست مطالعہ کیا ہے اور میں نے بارہا مطالعہ کرتے ہوئے انہیں دیکھا ہے

......مطالعہ کرنے سے نہ صرف معلومات حاصل ہوتے ہیں بلکہ صاحب کتاب اور صاحب تحریر کا فیض بھی ملتا ہے......اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کوئی اپنے باپ دادا اور اپنے خاندان کے بڑے لوگوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے......تو صاحب تصنیف اور صاحب فتاوی کی جانب سے فیض و برکت کی اس پر موسلا دھار بارش ہوا کرتی ہے......اور خاص کر اس وقت اور بھی زیادہ بارش ہوا کرتی ہے جب کوئی اپنے کسی شہزادۂ گرامی کو اپنے خاندن کے لئے سرمایۂ افتخار بنانا چاہتا ہو...... اُس جانب سے ''حضور تاج الشریعہ'' کے بزرگوں کی ان پر خاص التفات تھی اور دوسری جانب خود ''تاج الشریعہ'' اپنے خاندانی علمی فکری اور فقہی روایتوں کے امین و وارث ہونا چاہتے تھے...... جب دونوں جانب سے جذبہ شوق کا یہ عالم ہو تو پھر مقصد میں انوکھا پن آہی جاتا ہے......اور اس مقام پر ''شان فقاہت'' کو ہی مقصد قرار دیا جاسکتا ہے......اس کے علاوہ میرے تاج الشریعہ کا اور کوئی مقصد نہیں ا......سی وجہ سے ان کی ''شان فقاہت'' میں شب و روز بلکہ ہر آن اضافہ ہوتا رہا اور اس میں نکھار آتا رہا......ان کی زندگی میں ایک ایسا مقام بھی آیا کہ ان کی ''شان فقاہت'' فروغ و ارتقاء کے مدارج میں سے آخری درجہ پر فائز ہوگئی......اور فتاوی رضویہ کی تعریب میں مصروف ہو گئے......یہ ان کی ''شان فقاہت' نہیں تو پھر کیا ہے؟......ان کی شان فقاہت انجمادی کیفیت سے دو چار نہ تھی......بلکہ حرکی نظام پر قائم تھی......یعنی اُدھر سے عطا کی بارش ہوتی اور ادھر سے اس عطا کا استقبال......یوں ''حضور تاج الشریعہ'' کی ''شان فقاہت'' میں نکھار آیا اور خوب نکھار آیا اور آپ اس وصف خاص میں انفرادیت کے حامل ہو گئے اور درجہ کمال پر فائز ہو گئے۔

شان فقاہت کی فضیلت:

ہم ثابت کر آئے ہیں کہ ''شان فقاہت'' کا ہی دوسرا نام ''تفقہ فی الدین'' ہے اور جو ''فقہ فی الدین'' کا حامل ہوتا ہے عظمتیں اسے سلام کرتی ہیں اور رفعتیں اس کی آنکھوں اور پیشانی کا بوسہ لیتی ہیں......حقیقت میں یہی شان میرے ''تاج الشریعہ'' کی تھی......دیکھنے والوں نے ان کی اس شان

کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا ہے......مشاہدہ کیا ہے ذیل میں شان فقاہت کی کچھ فضیلتوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (التوبہ ص ۲۹۹)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اِس امید پر کہ وہ بچیں۔ (ترجمہ رضویہ)

یوں تو علم دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے مگر اس حد تک کہ فرائض کی ادائیگی میں کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو......لیکن دین میں اس قدر سمجھ حاصل کرنا کہ فتوی صادر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے یہ فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے اسے حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے......اپنی قوم میں آکر اس کے مابین دعوت وتبلیغ کے امور کو انجام دیں اور انہیں سیدھی راہ کی جانب بلائیں......تاکہ وہ گناہوں سے بچ جائیں اور سیدھی راہ چلنے لگیں......"حضور تاج الشریعہ" نے دین میں سمجھ حاصل کی اور اسے حاصل کرنے کے لئے ہندوستان سے باہر "قاہرہ" بھی گئے......جب وہاں سے واپس ہوئے تو انہیں رسیو کرنے کے لئے جہاں اور لوگ گئے ان میں "سرکار مفتی اعظم ہند" بھی بریلی اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور اپنے پیارے "شہزادۂ گرامی" کو اپنے ساتھ لے کر "سوداگران" واپس ہوئے ......"تاج الشریعہ" علم دین اور فہم دین کے حاصل کرنے کے بعد بیٹھے نہیں بلکہ دین کی تبلیغ کرنے میں جٹ گئے......رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے اور فتوی نویسی کو اپنا بہترین مشغلہ قرار دیا......اس محنت شاقہ اور شب و روز کتب فتاوی کے مطالعہ اور فتاوی نویسی میں خون پسینہ ایک کرنے کے بعد آپ کی "شان فقاہت" اس قدر نکھر گئی کہ "سرکار مفتی اعظم ہند" کے

وصال کے بعد آپ ہی کو جانشینی کا حق ادا کرنا پڑا......اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک ادا کرتے رہے......اس میں ذرا سی بھی کوتاہی آپ کی ذات سے واقع نہیں ہوئی......یہ آپ کا اتنا بڑا کمال ہے کہ اس سے بڑا کوئی کمال نہیں ہوسکتا ہے......

مذکور بالا آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فہم دین کا مقصد دعوت وتبلیغ اور رشد و ہدایت ہوا کرتا ہے......میرے ''تاج الشریعہ'' اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے؟ یہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں......ان کی یہ کامیابی آفتاب و ماہتاب کی پیشانیوں پر لکھی ہوئی ہے جو پڑھنا چاہے اسے محبت کی آنکھوں سے پڑھ سکتا ہے......بغض وحسد کی نگاہ سے کوئی دیکھنا چاہے تو نہیں دیکھ سکتا ہے کہ ایسی صورت میں آنکھ والا بھی اندھا ہو جایا کرتا ہے......''حضور تاج الشریعہ'' دعوت و تبلیغ کے لئے کہاں کہاں نہیں گئے؟ ان کی زندگی کے زیادہ تر ایام تو سفر ہی میں گزرے ہیں......ہندوستان کے تمام علاقوں میں ان کے قدم ناز کے نشانات پائے جاتے ہیں اور ان کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے لفظوں کی خوشبوئیں ہندوستان کے سارے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں......جن کے احساس ہی سے مردہ دلوں میں زندگی کی رمق بیدار ہو جاتی ہے......اور غموں سے نڈھال زندگی میں کیف ونشاط کا سرمدی احساس ہونے لگتا ہے......واہ کیا مہکے ہیں مہکتے چلے گئے......آپ ہندوستان کی سرحدوں میں محصور نہ رہے بلکہ دوسرے ممالیک میں بھی آپ کا فیض اور رشد و ہدایت کا کرشمہ بلند آسماں کی مانند چھایا ہوا ہے......بتایا جائے کہ ان کی ''شان فقاہت'' نے انہیں کہاں تک پہونچا دیا ہے؟ کیا کوئی اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

☆......اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے لئے خیر کثیر اور فلاح و بہبود کا ارادہ فرماتا ہے......تو اسے دولت نہیں ملک وسلطنت نہیں دیتا ہے بلکہ اسے فہم دین اور علم دین سے آراستہ کرتا ہے......جیسا کہ حدیث پاک میں ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لئے خیر کثیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے شان فقاہت سے نوازتا ہے اور اسے دین میں فہم عطا کرتا ہے......اس

حدیث پاک میں لفظ ''خیر'' کو نکرہ استعمال کیا گیا ہے اور اس پر جو تنوین لائی گئی ہے وہ برائے عظمت ہے ......حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خیراً''نکرہ سیاق شرط میں ہونے کی وجہ سے عموم کا افادہ کرتا ہے تو معنیٰ یہ ہوئے'' کہ اللہ عزوجل جسے تمام دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے......''خیراً'' کی تنوین کو یہاں عظمت کے لئے لیں تو معنی ہونگے'' بہت زیادہ بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے'' اس سے ثابت ہوا کہ امت کے افراد میں سب سے افضل فقیہ ہے اسی لئے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ''ایک فقیہ ہزار عابد غیر فقیہ سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے...... نیز ایک لمبی حدیث میں فرمایا''خیارکم فی الجاهلیة خیارکم فی الاسلام اذا فقهوا''یعنی زمانہ جاہلیت میں جو لوگ تم میں سب سے بہتر تھے وہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں جب کہ فقیہ ہوں (نزھۃ القاری ۳۶۹/۱)

اس حدیث پاک کو پیش نظر رکھ کر اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے ''حضور تاج الشریعہ'' کو ''فقیہ'' بنایا......اور وہ بھی کوئی عام فقیہ نہیں بلکہ ایسا ''فقیہ'' بنایا جنہوں نے ''سرکار مفتی اعظم ہند'' کی جانشینی کا صحیح حق ادا کر دیا......تو اس کا مطلب یہ ہے اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا......دنیا میں بھی بھلائی آپ کو ملی اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب ہوگئی...... اور جس قدر بھی خیر ہو سکتا ہے وہ سب کے سب آپ کو ملے ہیں اور ملیں گے کہ اللہ تعالی نے آپ سے خیر کا ارادہ فرمایا ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہوا......اس طرح کے خیر کی امید ہی نہیں بلکہ یقین بھی ہے۔

میرے ''تاج الشریعہ'' کہاں کہاں نہ گئے؟ اور وہ کون سا علاقہ ہے جو آپ کے قدم ناز کی برکت سے محروم رہا ہے؟ اور کبھی تو ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ کسی اطلاع بغیر جلوہ بار ہو جایا کرتے تھے

......خود ہمارے بدایوں ”دارالعلوم شاہ ولایت“ میں دو بار اچانک تشریف لے آئے اور بدایوں کے قریب میں ایک قصبہ شیخوپور ہے جہاں کے ذروں نے ایک بار نہیں بلکہ دسیوں بار آپ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کی ہے...... یہاں وہاں آنا جانا......اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنا...... کبھی اندرون ملک سفر میں رہنا اور کبھی ہندوستان سے باہر جانے کا ارادہ فرمانا......کسی دنیوی منفعت سے نہ تھا......اور نہ دولت وثروت حاصل کرنے کے مقصد تھا......بلکہ رشد وہدایت کو انجام دینے کے تحت تھا......آپ کی ذات سے جب کسی کو فائدہ ہو رہا تھا تو آپ کا مقصد عظیم اسے فائدہ پہونچانا ہی تھا...... یہ نکلنا خدا کی راہ میں نکلنا تھا......اور بھٹکے ہوئے مسافروں کو راہ راست پر لانے کا ارادہ ہوا کرتا تھا......آپ کی ذات وشخصیت سے رشد وہدایت اور فلاح وبہبود اور علم وفقہ کا ایسا میٹھا چشمہ جاری ہوا کہ اس چشمہ سے لوگ سیراب ہو ہو کر مست ومدہوش ہوتے رہے......اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے......نہیں! صرف کہا ہی نہیں جاسکتا ہے بلکہ ایسا ہی ہے کہ میرے ”تاج الشریعہ“ کا نکلنا خدا کی راہ میں نکلنا ہوا کرتا تھا......علم دین کے لئے نکلنا ہوا کرتا تھا خدا کی راہ اور علم کی راہ میں نکلنے سے متعلق جو خیر وبرکت ہوا کرتی ہے...... یہ ساری چیزیں ”حضور تاج الشریعہ“ کو حاصل تھیں...... اس میں کیا اور کس قدر ثواب ملتا ہے اس کے تعلق سے حدیث پاک میں آیا ہے:

عن کثیر بن قیس قال: کنت جالساً مع ابی الدرداء فی مسجد دمشق فجاءہ رجل فقال یا ابا الدرداء انی جئتک من مدینة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بحدیث بلغنی انک تحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . . . ما جئت لحاجة قال: انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سلک اللہ لہ طریقاً من طرق الجنة وان الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم رضاء وان العالم لیستغفر لہ من فی السمٰوت ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثة الانبیاء وان

الانبیاء لم یؤرثوا دیناراً و لا درھماً وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر (رواہ ابوداؤد شریف ۳ / ۵۲۳ حدیث نمبر ۳۶۴۱)

ترجمہ: کثیر بن قیس سے روایت ہے میں ابو درداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور انہوں نے کہا: میں مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں اس کے علاوہ میں کسی اور کام سے نہیں آیا......تو ابو درداء نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو علم کی تلاش میں کسی راہ پر چلتا......تو اللہ اسے جنت کی راہوں میں سے کسی راہ پر چلاتا ہے ...... فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی رضا کے لئے اس راہ پر بچھا دیتے ہیں......اور عالم کے لئے وہ تمام چیزیں دعائے مغفرت کرتی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی...... عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہوتی ہے جیسی فضیلت چاند کو تمام ستاروں پر ہوا کرتی ہے......علماء انبیا کے وارث ہیں......وہ انبیاء کے وارث نہ دینار میں ہوتے ہیں اور نہ درہم میں......صرف علم میں ہوتے ہیں تو جس نے علم حاصل کیا تو انہوں نے بہت بڑا حصہ لے لیا۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں آپ ''حضرت تاج الشریعہ'' کی زندگی اور انکی حیات پاک کے لمحات کو دیکھیں تو بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے......

الف......انہوں نے جو راہ اپنائی وہ علم کی راہ تھی......فقہ و تدبر کی راہ تھی

ب......مولی کی رضا ان کی حیات پاک کا نصب العین تھا

ج......اور وہ راہ جنت کی راہ ہے......علم و حکمت کی راہ ہے......اور فقہ و تدبر کی راہ ہے......اس لئے سارے جہاں میں ان کے چاہنے والے ان کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کر رہے ہیں......قرآن خوانی......میلاد......فاتحہ وغیرہ......اس طرح میرے ''تاج الشریعہ'' کے لئے ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔حیرت ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت کس قدر عظیم ہے کہ آج ''تاج الشریعہ'' ہمارے

درمیاں نہیں ہیں ۔ باوجود اس کے ان کے لئے محفلیں سجائی جارہی ہیں اور ان کی یادوں کو تازہ کیا جارہا ہے میں کس طرح کہہ دوں کہ اب ''تاج الشریعہ'' نہ رہے؟

د......میرے ''تاج الشریعہ'' کو جو علم حاصل تھا اور انہیں وراثت میں جو'شان فقاہت'' ملی تھی اور جس طرح انہوں نے اس میں نکھار پیدا کیا تھا وہ کوئی معمولی علم نہ تھا بلکہ اس علم کی حیثیت ''آب حیات'' کی سی ہے جو اسے ایک بار پی لیتا ہے اسے دائمی حیات مل جاتی ہے اور موت کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث: صدقة جارية او علم نافع او ولد صالح يدعو له (رواه مسلم)

ترجمہ: ابوھریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابن آدم مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے مگر تین عمل کہ وہ جاری رہتے ہیں ابن آدم کے مرنے کے بعد بھی اس کا سلسلہ چلتا رہتا ہے......ان میں پہلا عمل 'صدقہ جاریہ' ہے دوسرا عمل ''علم نافع'' ہے اور تیسرا عمل ''ولد صالح'' ہے جو اس کیلئے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہے۔

اس جہاں میں ایسے لوگ کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں جو دنیا میں رہ کر مال و دولت ضرور کماتے ہیں لیکن اسے موج و مستی میں برباد کر دیتے ہیں اور کوئی ایسا صدقہ نہیں کرتے جو اس کے لئے آخرت میں کام آئے جس طرح خالی ہاتھ آتے ہیں اسی طرح خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں...... اور ایسوں کی تعداد بھی کافی ہے جو دنیا میں رہ کر علم تو حاصل کرتے ہیں مگر وہ علم حاصل کرتے ہیں جو صرف دنیا ہی میں ان کے ساتھ رہتا ہے......اب رہی بات آخرت کی تو وہ اسے آخرت میں نفع نہیں دیتا ہے یعنی اس کا علم ''علم نافع'' نہیں ہوتا ہے......اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کی اولاد کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھتی ہے......مگر قربان جایئے کہ ''حضور تاج الشریعہ''

کے پاس ''صدقہ جاریہ'' بھی ہے اور ''علم نافع'' بھی اور کمال کی بات یہ ہے کہ ''ولد صالح'' بھی جن کی وجہ سے حضرت والا کے وصال کے بعد بھی ان کے عمل کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا کبھی ان کا عمل منقطع نہیں ہوگا......ایک دور ایسا بھی آئے گا کہ دنیا والے اس شخص کو عظیم تصور کریں گے جس نے بھی ''حضور تاج الشریعہ'' کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کی صحبت میں رہا ہے......ذرا سوچئے کہ ان کی شخصیت کس قدر حیرت انگیز ہے......اور میں تو کہتا ہوں کہ اس خوبصورت شخصیت پر موت کو بھی پیار آ گیا ہوگا اور وہ بھی اپنی قسمت پر نازاں ہوگی کہ ایک پھول سے بدن کو اپنے کاندھوں پر لئے جا رہی ہے......

تجرباتی حقیقت:

جب مجھ جیسے کم علم اور نا چیز سے فرمائش کی گئی کہ آپ ''حضور تاج الشریعہ'' کے تعلق سے کوئی مقالہ تحریر فرما دیں......تو میں پریشان تھا کہ ان کے بارے میں کیا لکھوں؟......کہاں سے لکھوں؟......اور کیسے لکھوں؟

رہِ محبت میں ہم نے پوچھا جھکائیں سر کو کہاں سے پہلے
ہر ایک ذرہ پکار اٹھا یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے

میں خود اور میری فکر کچھ اسی قسم کی کشمکش میں مبتلا تھے......اور پھر میں جب لکھنے کے لئے بیٹھا تو ان کی شخصیت کے اس قدر زاویئے میری نگاہوں کے سامنے کھلتے چلے گئے کہ ان زاویوں کو سمیٹنا میرے لئے مشکل ہو گیا اور میں اس منزل پر پہونچا کہ ان کی شخصیت کے ہر ایک زاویہ پر لکھا جا سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ وقت کم اور بہت کم ہے ایسے محبوب کی بارگاہ خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے تو برسوں محنت کی ضرورت ہے باوجود اس کے یہ ''خراج عقیدت'' اس نوعیت کا نہیں ہو سکتا جس کے ''تاج الشریعہ'' مستحق ہیں......کیونکہ میرے لفظوں کا دامن تنگ ہے اور ان کی شخصیت کا ہر ایک زاویہ بہت زیادہ وسیع ہے کوئی سمیٹے تو کہاں تک سمیٹے......میں اسی باب

حیرت پر کھڑے ہو کر اپنی بات ختم کر رہا ہوں اس جذبہ کے ساتھ کہ پروردگار عالم ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے جانشیں کو انہیں کی مانند کردے......اور ان کے مرقد انور پر رحمت و نور کی برسات کردے اور ان کی مدح کرنے والوں کی فہرست میں اس ناچیز کو بھی شامل فرمادے

آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆